ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2966

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: فلسفہ عبادات اور تزکیۂ نفس (2966) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بونس: 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: روزے کا فلسفہ، نفس کی اصلاح، خواہشات کا اعتدال اور تزکیۂ نفس میں روزے کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 1: روزہ کا فلسفہ واضح کریں اور بتائیں کہ روزہ نفس کی اصلاح، خواہشات کے اعتدال اور تزکیۂ نفس میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔ (20)

تعارف

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر ماہِ رمضان میں فرض ہے، لیکن روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک مکمل تربیتی فلسفہ ہے جس کا مرکز خود قرآن نے تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں روزے کی فرضیت کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم متقی بن جاؤ، یعنی روزہ خود مقصد نہیں بلکہ ایک بڑے مقصد کا ذریعہ ہے۔ روزے کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو زیادہ تر پوشیدہ رہتی ہے؛ نماز دیکھی جا سکتی ہے، زکوٰۃ کا مال گنا جا سکتا ہے، حج کا اجتماع نظر آتا ہے، مگر روزے دار کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ واقعی روزے سے ہے، اسی لیے اسے خالص نیت اور اللہ کی نگرانی کے شعور کی سب سے بڑی مشق کہا گیا ہے۔ اس جواب میں پہلے روزے کے فلسفے کی وضاحت کی جائے گی، پھر بتایا جائے گا کہ روزہ نفس کی اصلاح میں کیا کرتا ہے، خواہشات کو اعتدال پر کیسے لاتا ہے اور تزکیۂ نفس کے مجموعی نظام میں اس کا کیا مقام ہے۔

روزے کا فلسفہ

روزے کے فلسفے کا پہلا اصول تربیتِ ارادہ ہے۔ انسان دن بھر حلال اور ضروری چیزوں یعنی کھانے، پینے اور ازدواجی تعلق سے صرف اللہ کے حکم کی وجہ سے رکا رہتا ہے۔ یہ رکاوٹ دراصل آزادی کی سب سے بڑی مشق ہے، کیونکہ حقیقی آزادی خواہشات کی پیروی کا نام نہیں بلکہ ان پر حکومت کا نام ہے۔ جو شخص جائز خواہشوں کو حکمِ الٰہی کے تابع کر سکتا ہے وہ ناجائز خواہشوں کو روکنے کی استعداد بھی حاصل کر لیتا ہے۔ فلسفے کا دوسرا اصول مساوات کا تجربہ ہے: روزے میں امیر بھی وہی بھوک محسوس کرتا ہے جو غریب سارا سال محسوس کرتا ہے، اس لیے روزہ کتابی ہمدردی کو تجرباتی ہمدردی میں بدل دیتا ہے اور اسی تجربے سے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی روح پیدا ہوتی ہے۔ تیسرا اصول وقت اور زندگی کی روحانی تنظیم ہے کہ سحری، افطار، تراویح اور اعتکاف پورے مہینے کو ایک روحانی پروگرام میں بدل دیتے ہیں۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ روزہ انسان کو جانوروں کی سطح سے بلند کرتا ہے، کیونکہ کھانا پینا اور خواہش پوری کرنا حیوانی زندگی کی بھی بنیاد ہے، جب انسان ان پر پابندی لگاتا ہے تو اس کی روحانی اور فرشتوں جیسی صفات ابھرتی ہیں۔

روزے کے فلسفے میں یہ بات بھی اہم ہے کہ اسلام نے روزے کو رہبانیت سے الگ رکھا ہے۔ رہبانیت میں خواہشات کو ہمیشہ کے لیے کچلنا اور دنیا سے بھاگنا تھا، جب کہ اسلامی روزہ مقررہ اوقات کے لیے خواہشوں کو معطل کرتا ہے اور پھر افطار کے ساتھ انہیں حلال طریقے سے پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہی اعتدال اس فلسفے کی روح ہے کہ مقصد خواہشات کا خاتمہ نہیں ان کی تربیت اور درست رخ پر لگانا ہے۔ اسی طرح روزہ صرف منہ کا نہیں، زبان، آنکھ، کان اور دل کا بھی ہے؛ اسی لیے حدیث کے مفہوم میں کہا گیا کہ جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل نہ چھوڑے اللہ کو اس کے بھوکا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ یوں روزے کا فلسفہ جسمانی پرہیز سے شروع ہو کر اخلاقی و روحانی انقلاب تک جاتا ہے۔

روزہ اور نفس کی اصلاح

نفس کی اصلاح میں روزے کا کردار مرکزی ہے، کیونکہ نفس کی سرکشی کی جڑ اس کی سیرابی اور بے لگامی ہے۔ بھوک نفس کو اس کے اصل مقام پر لاتی ہے؛ سیر شدہ نفس طغیانی کرتا ہے، جب کہ بھوکا نفس عاجزی محسوس کرتا ہے، اپنے رب کی نعمتوں کی قدر پہچانتا ہے اور اس کے دل میں نرمی آتی ہے۔ روزہ دار دن میں بار بار اپنی خواہش سے ٹکراتا ہے اور بار بار اللہ کے حکم کی خاطر اسے قربان کرتا ہے، یہی ٹکراؤ اس کے اندر نفسِ لوامہ کو بیدار کرتا ہے جو ہر لغزش پر ملامت کرتا ہے۔ جماعِ اصلاحِ نفس میں روزہ مجاہدے کا سب سے منظم ذریعہ اس لیے بھی ہے کہ یہ اجتماعی ماحول میں ہوتا ہے؛ پورا معاشرہ روزے سے ہوتا ہے، بازاروں اور دفاتر کا ماحول بدل جاتا ہے، جس سے فرد کو سہارا ملتا ہے اور وہ اپنے مجاہدے میں تنہا نہیں رہتا۔ اسی لیے رمضان کے بعد آنے والی تبدیلی ہر روزے دار اپنے اندر محسوس کرتا ہے، اگرچہ اسے برقرار رکھنا الگ محنت مانگتا ہے۔

روزہ اور خواہشات کا اعتدال

خواہشات کے اعتدال میں روزے کا کردار تین سطحوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ پہلی سطح کھانے پینے کی خواہش ہے کہ روزہ انسان کو مقدار، وقت اور حلال و حرام کی حدود سکھاتا ہے اور اسراف سے روکتا ہے۔ دوسری سطح شہوت کی ہے کہ روزے کو حدیث میں اس کا ڈھال قرار دیا گیا ہے، کیونکہ بھوک شہوت کی شدت کو توڑتی ہے اور انسان کو غلبۂ نفس سے بچنے کی عملی ترکیب مل جاتی ہے۔ تیسری سطح غصے اور زبان کی خواہشات ہیں کہ روزے دار کو حکم ہے کہ کوئی اس سے جھگڑے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں، یعنی روزہ

اشتعال کے لمحے میں خود پر قابو کی نیت بھی دیتا ہے اور بہانہ بھی۔ اعتدال کا مطلب یاد رہے خواہش کا خاتمہ نہیں؛ افطار، سحری اور عید اسی کی علامت ہیں کہ تربیت یافتہ نفس حلال لذتوں سے بھی پورا لطف اٹھاتا ہے مگر حدود کے اندر۔ یہی درمیانی راستہ اسلام کے مجموعی اخلاقی نظام کی پہچان ہے اور روزہ اس کو عملی شکل دیتا ہے۔

روزہ اور تزکیۂ نفس

تزکیۂ نفس سے مراد نفس کو برائیوں سے پاک کر کے نیکیوں سے آراستہ کرنا ہے اور روزہ اس مقصد کے تینوں مراحل پورے کرتا ہے۔ پہلا مرحلہ تخلیہ ہے یعنی خالی کرنا؛ روزہ حرص، اسراف، شہوت پرستی، غصہ اور غیبت جیسی برائیوں کے مواقع کم کر کے دل کا ان سے خالی کرتا ہے۔ دوسرا مرحلہ تحلیہ ہے یعنی آراستہ کرنا؛ رمضان میں تلاوت، ذکر، تراویح، صدقہ اور دعا کی کثرت دل کو نیکیوں سے بھر دیتی ہے۔ تیسرا مرحلہ تجلیہ ہے یعنی جلا پانا؛ شبِ قدر کی عبادت اور اعتکاف کی خلوت دل میں وہ نور پیدا کرتی ہے جس سے حق کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لیے علماء کہتے ہیں کہ رمضان سال بھر کے تزکیے کا سالانہ کورس ہے جس سے گزر کر مومن نئی روحانی زندگی لے کر نکلتا ہے۔ البتہ یہ ثمرات اسی کو ملتے ہیں جو روزے کو محض رسم یا صرف جسمانی بھوک سمجھ کر نہ رکھے بلکہ اس کے پورے تربیتی نظام کو اختیار کرے۔

جدول 1: روزے کے تربیتی اثرات کا خلاصہ

شعبہ	روزے کی مشق	حاصل ہونے والی صفت
ارادہ	حلال خواہشوں سے وقتی رکاوٹ	خود پر قابو اور استقلال
نفس	بھوک و پیاس سے عاجزی کا تجربہ	نرمی، شکر اور خود احتسابی
خواہشات	مقدار، وقت اور حدود کی پابندی	اعتدال اور پرہیز گاری
اخلاق	زبان و نگاہ کی حفاظت	صبر، سچائی اور برداشت
معاشرہ	مشترکہ بھوک کا تجربہ	غریبوں سے ہمدردی اور سخاوت

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ روزے کا فلسفہ ارادے کی تربیت، خواہشات کو اللہ کے حکم کے تابع کرنے اور انسان کو حیوانی سطح سے روحانی سطح پر بلند کرنے کا فلسفہ ہے، جس کا مرکزی ہدف تقویٰ ہے۔ روزہ نفس کی اصلاح میں اس کی سرکشی توڑ کر عاجزی، شکر اور خود احتسابی پیدا کرتا ہے، خواہشات کے اعتدال میں کھانے، شہوت اور غصے کو حدود کا پابند بنا کر میانہ روی سکھاتا ہے، اور تزکیۂ نفس میں تخلیہ، تحلیہ اور تجلیہ کے مراحل سے گزار کر دل کو پاکیزہ اور منور کرتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ روزے کو اس کے مکمل روحانی، اخلاقی اور سماجی پروگرام کے ساتھ رکھا جائے، تب یہ مہینہ پورے سال کی اصلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

سوال نمبر2: حج کے اثرات — عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات پر (20 نمبر)

سوال نمبر2: حج کے اثرات بیان کریں اور وضاحت کریں کہ یہ عبادت عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے۔ (20)

تعارف

حج اسلام کے ارکان میں سے وہ عظیم عبادت ہے جو استطاعت رکھنے والے مسلمان پر عمر میں ایک بار فرض ہے، مگر اس کے اثرات پوری زندگی پر پھیل جاتے ہیں۔ حج بیک وقت مالی، بدنی، قلبی اور اجتماعی عبادت ہے؛ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے، جسم بھی مشقت اٹھاتا ہے، دل بھی حضور سے معمور ہوتا ہے اور امت کا عالمی اجتماع بھی وجود میں آتا ہے۔ حج کے مناسک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کی قربانیوں کی یادگار ہیں، اس لیے حاجی صرف چند رسومات ادا نہیں کرتا بلکہ توحید کی تاریخ کو اپنے عمل سے زندہ کرتا ہے۔ اس جواب میں پہلے حج کے عمومی اثرات بیان کیے جائیں گے، پھر وضاحت کی جائے گی کہ یہ عبادت عقائد کو کس طرح تازہ کرتی ہے، باقی عبادات پر کیا اثر ڈالتی ہے، اخلاق کی تعمیر میں کیا کردار ادا کرتی ہے اور روزمرہ معاملات و معاشرت کو کس طرح بدل دیتی ہے۔

حج کے عقائد پر اثرات

حج سب سے پہلے عقیدۂ توحید کو زندہ تجربہ بنا دیتا ہے۔ حاجی تلبیہ پڑھتا ہے جس کا مفہوم اللہ کے حضور حاضر ہونے، اس کی یکتائی اور تمام نعمتوں کے اسی کی طرف سے ہونے کا اقرار ہے، اور یہ اقرار زبان سے آگے بڑھ کر لباس، سفر، طواف، سعی اور قربانی کی ہر حرکت میں نظر آتا ہے۔ کعبہ کی طرف طواف، صفا و مروہ کی سعی اور منیٰ میں رمی یہ سب انبیاء کی سیرت سے جڑے اعمال ہیں جن سے ایمان کو تاریخی اور عملی گہرائی ملتی ہے۔ دوسرا اعتقادی اثر عقیدۂ آخرت کی تیاری ہے، کیونکہ عرفات کا اجتماع اور احرام کا کفن جیسا لباس حاجی کو محشر اور موت کی یاد دلاتا ہے؛ جو شخص لاکھوں انسانوں کے درمیان ایک سا لباس پہنے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی مشق کر چکا ہو اس کے لیے قیامت کا تصور اجنبی نہیں رہتا۔ تیسرا اثر اللہ پر توکل کی تقویت ہے کہ گھر بار، کاروبار اور اہلِ خانہ چھوڑ کر طویل سفر کرنا انسان کو عملی توکل سکھاتا ہے۔

حج کے عبادات پر اثرات

حج خود کئی عبادات کا مجموعہ ہے، اس لیے باقی عبادات پر اس کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ حج کے سفر میں پانچ وقت کی نماز اور جماعت کی پابندی عام زندگی سے بڑھ جاتی ہے، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں عبادت کا ماحول نمازی کے دل میں خشوع کی وہ کیفیت پیدا کرتا ہے جو واپس آ کر بھی برقرار رکھنے کی خواہش بن جاتی ہے۔ حج روزے، زکوٰۃ اور صدقے سے بھی جڑا ہے کہ سفر میں صدقات، عرفہ کے روزے کی فضیلت اور قربانی کے عمل سب مل کر عبادات کو ایک مربوط نظام بنا دیتے ہیں۔ سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ حج گناہوں سے پاک ہونے کا موقع دیتا ہے؛ حدیث کے مفہوم کے مطابق مقبول حج سے انسان گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ یہ پاکیزگی کا احساس ماضی کی کوتاہیوں سے توبہ اور آئندہ عبادات میں تازگی کا عزم پیدا کرتا ہے، چنانچہ بہت سے حاجیوں کی باقاعدہ دینی زندگی حج کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ البتہ یہ اثر تبھی پائیدار ہوتا ہے جب واپسی پر اس ماحول کو گھر اور مسجد کی عبادات سے جوڑے رکھا جائے۔

حج کے اخلاق پر اثرات

اخلاقی اعتبار سے حج ایک سخت مگر شاندار تربیت ہے۔ احرام کی حالت میں حاجی پر جھگڑے، بے حیائی اور گناہ کی ممانعت خاص طور پر قرآن میں بیان کی گئی ہے، اس لیے حج خود پر مکمل ضبط کی مشق ہے۔ لاکھوں کے مجمع میں دھکم پیل، قطار، سفر اور قیام کے مراحل صبر، برداشت اور دوسروں کو تکلیف نہ دینے کی عادت ڈالتے ہیں۔ احرام امیر و غریب کے لباس کا فرق ختم کر کے تکبر توڑتا ہے اور عاجزی سکھاتا ہے؛ کنگھی، خوشبو اور آرائش کی پابندیاں ظاہری نمائش کی خواہش کو قابو کرتی ہیں۔ قربانی ایثار کی علامت ہے کہ حاجی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی محبوب چیز کی قربانی کی روح کو محسوس کرتا ہے۔ یہ تمام مشقیں مل کر انسان کے اخلاق میں صبر، عاجزی، سخاوت، خود کنٹرول اور انسانیت کا احترام پیدا کرتی ہیں، اور یہی صفات اس کی باقی زندگی میں اس کا پہچان بنی چاہئیں۔

حج کے معاملات اور معاشرت پر اثرات

معاملات پر حج کے اثرات سفر سے پہلے ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ شرعی ہدایت ہے کہ حج حلال مال سے ہو، اس لیے حاجی قرضے چکانے، امانتیں لوٹانے، کاروباری حساب کتاب درست کرنے اور جن سے اختلاف ہو ان سے معافی مانگنے کی کوشش کرتا ہے؛ یوں حج کا ارادہ ہی اس کے مالی و سماجی معاملات کو درست کر دیتا ہے۔ سفر کے دوران مختلف ممالک، زبانوں اور تہذیبوں کے مسلمانوں سے میل جول حاجی کی سوچ کو وسعت دیتا ہے، تعصبات کم ہوتے ہیں اور امت کی وحدت کا شعور بڑھتا ہے۔ واپسی پر اہلِ محلہ اور خاندان حاجی سے بہتر کردار کی توقع رکھتے ہیں، یہی توقع اس کے لیے معاملات میں سچائی، وعدے کی پابندی اور پڑوسیوں کے حقوق کی پاس داری کا سماجی محرک بنتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر حج علم و تجارت کے تبادلے اور ثقافتی روابط کا بھی ذریعہ بنتا رہا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حج کی مقبولیت کا فیصلہ اللہ کے ہاں ہے؛ بندوں کا کام یہ ہے کہ حج کے بعد کی زندگی میں ان اثرات کو ظاہر کرنے کی کوشش کریں، کسی مخصوص فرد کے حج یا عبادت کے قبول ہونے یا نہ ہونے پر حکم لگانا انسانوں کا منصب نہیں۔

جدول 1: حج کے اثرات کا جائزہ

شعبہ	حج کا عمل	پائیدار اثر

توحید، آخرت اور توکل کی تازگی	تلبیہ، طواف اور قربانی	عقائد
نماز و عبادت میں خشوع و پابندی	جماعت، ذکر اور توبہ کا ماحول	عبادات
صبر، عاجزی اور ضبطِ نفس	احرام کی پابندیاں اور مجمع کی مشقت	اخلاق
سچائی، انصاف اور حقوق کی ادائیگی	قرض و امانت کی واپسی، حلال مال کی شرط	معاملات
وحدتِ امت اور وسعتِ نظر	عالمی اجتماع اور باہمی تعارف	معاشرت

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حج کے اثرات زندگی کے ہر شعبے میں پھیلے ہوئے ہیں: عقائد میں یہ توحید، آخرت اور توکل کو تازہ تجربہ بناتا ہے، عبادات میں خشوع، پابندی اور توبہ کا ماحول دیتا ہے، اخلاق میں صبر، عاجزی، ایثار اور ضبطِ نفس کی تربیت کرتا ہے، اور معاملات میں حلال کمائی، حقوق کی ادائیگی اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ اسی لیے حج کو اسلام کی جامع ترین عبادت اور انسان کی نئی زندگی کا نقطۂ آغاز کہنا درست ہے، بشرطیکہ حاجی حج سے حاصل شدہ تربیت کو واپس آ کر اپنے روزمرہ کردار میں زندہ رکھے۔

سوال نمبر 3: تزکیۂ نفس کے عملی اقدامات — محاسبۂ نفس، توبہ، استغفار اور ضبطِ نفس کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 3: تزکیۂ نفس کے عملی اقدامات بیان کریں اور محاسبۂ نفس، توبہ، استغفار اور ضبطِ نفس کے کردار پر تبصرہ کریں۔ (20)

تعارف

تزکیۂ نفس اسلام کی روحانی تعلیمات کا مرکزی موضوع ہے، کیونکہ قرآن نے انسان کی اصل کامیابی اسی سے وابستہ کی ہے کہ جو نفس کو پاک کرے وہ فلاح پا گیا اور جو اسے آلودہ رکھے وہ نامراد ہوا۔ تزکیہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے: برائیوں، گناہوں اور ناپسندیدہ عادتوں سے نفس کو خالی کرنا اور نیکیوں، عبادات اور پسندیدہ صفات سے اسے آراستہ کرنا۔ یہ کام

انسان کی اپنی ذمہ داری ہے مگر اس کے طریقے بھی شریعت اور سیرت سے ملتے ہیں، یہ کوئی مبہم روحانی دعویٰ نہیں بلکہ روزانہ کے عملی اقدامات کا نظام ہے۔ اس جواب میں پہلے تزکیۂ نفس کے عمومی عملی اقدامات بیان کیے جائیں گے، پھر چار خاص ذرائع یعنی محاسبۂ نفس، توبہ، استغفار اور ضبطِ نفس کے کردار پر الگ الگ اور تفصیلی تبصرہ کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ ہر ایک کا اس نظام میں کیا مقام ہے اور یہ مل کر کس طرح انسان کو بدلتے ہیں۔

تزکیۂ نفس کے عمومی عملی اقدامات

تزکیے کے عملی اقدامات کی بنیاد عبادات کی پابندی ہے؛ پانچ وقت کی نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار اور روزے نفس کی روزانہ صفائی کا کام دیتے ہیں۔ دوسرا اقدام صحبت اور ماحول کی درستگی ہے، کیونکہ انسان اپنے ساتھیوں کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، اس لیے نیک صحبت اختیار کرنا اور گناہ کی طرف لے جانے والے ماحول سے بچنا تزکیے کی شرط ہے۔ تیسرا اقدام علم حاصل کرنا ہے کہ جب تک انسان کو معلوم نہ ہو کہ اس کے نفس کی بیماری کیا ہے اور علاج کیا ہے، وہ کوشش بھی درست سمت میں نہیں کر سکتا۔ چوتھا اقدام حلال روزی کا اہتمام ہے، کیونکہ حرام خوراک دل کو سخت کر دیتی ہے اور دعا و عبادت کے اثرات کو ماند کر دیتی ہے۔ پانچواں اقدام خدمتِ خلق اور صدقہ ہے جو خود غرضی کو ختم کر کے دل میں نرمی پیدا کرتا ہے۔ چھٹا اقدام کم بولنا، کم کھانا اور فضول مشغلوں سے بچنا ہے جسے صوفیاء نے نفس کی تربیت کے عملی اصولوں میں شمار کیا ہے۔ یہ اقدامات مل کر وہ فضا بناتے ہیں جس میں خاص ذرائع مؤثر ہوتے ہیں۔

محاسبۂ نفس کا کردار

محاسبہ نفس سے مراد اپنے اعمال کا خود جائزہ لینا ہے، دن کے اختتام پر یا نمازوں کے بعد کہ آج کیا نیکی کی، کیا خطا ہوئی، کس کا حق رہ گیا اور کس عادت میں بہتری آئی۔ یہ عمل تزکیے کا نقشہ بنانے والا ذریعہ ہے، اس کے بغیر انسان اندھے مجاہدے میں رہتا ہے اور اسے اپنی بیماریوں کا پتا ہی نہیں چلتا۔ اکابر کی تعلیم یہی رہی ہے کہ دنیا میں اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ آخرت میں تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ محاسبے کے تین فائدے ہیں: پہلا، گناہ کی فوری شناخت ہو جاتی ہے، اس لیے توبہ تاخیر کا شکار نہیں ہوتی؛ دوسرا، نیکیوں پر شکر اور

استقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے؛ تیسرا، انسان کے سامنے اس کی ترقی کی حقیقی تصویر رہتی ہے، وہ خود فریبی سے بچتا ہے۔ محاسبہ اگر تحریری جائزے اور اہداف کی صورت میں ہو تو اور بھی مؤثر ہوتا ہے، جیسا کہ جدید خود تربیتی طریقوں میں بھی اسی کو بنیادی عادت قرار دیا گیا ہے۔

توبہ کا کردار

توبہ تزکیۂ نفس کا دروازہ ہے، کیونکہ ماضی کے گناہوں کا بوجھ اتارے بغیر نفس آگے نہیں بڑھ سکتا۔ توبہ کے اجزاء علماء نے یہ بیان کیے ہیں: گناہ کو چھوڑ دینا، اس پر ندامت ہونا، آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا اور اگر کسی بندے کا حق ہو تو اسے ادا یا معاف کرا لینا۔ توبہ کا تزکیے میں کردار دو طرفہ ہے؛ ایک طرف یہ ماضی کو دھوتی ہے، دوسری طرف مستقبل کے لیے ارادے کو مضبوط کرتی ہے۔ توبہ یہ بھی سکھاتی ہے کہ مایوسی خود ایک بیماری ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا تزکیے کی راہ بند کر دیتا ہے، اس لیے مومن جتنی بار گرے اتنی بار توبہ کر کے اٹھتا ہے۔ یاد رہے کہ کسی فرد کی توبہ کی قبولیت یقینی طور پر اللہ کے علم میں ہے؛ انسانوں کو کسی کی توبہ پر حتمی حکم لگانے کے بجائے حسنِ ظن اور اپنی اصلاح پر توجہ رکھنی چاہیے۔

استغفار کا کردار

استغفار توبہ کا تسلسل اور روزانہ کی عادت ہے، جس میں انسان اللہ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے بارے میں منقول ہے کہ آپ دن میں ستر سے سو مرتبہ استغفار فرماتے، حالانکہ آپ معصوم تھے؛ اس سے امت کے لیے سبق یہ ہے کہ استغفار صرف بڑے گناہوں کے بعد نہیں بلکہ زندگی کی مستقل عادت ہے۔ استغفار کے تزکیے میں کئی کردار ہیں: یہ دل کے زنگ کو دھوتا ہے، کیونکہ گناہ دل پر سیاہ نکتے کی طرح اثر کرتا ہے اور استغفار اسے مٹاتا ہے؛ یہ اللہ سے تعلق کو زندہ رکھتا ہے، کیونکہ معافی مانگنے والا بندہ اپنے رب سے مسلسل مخاطب رہتا ہے؛ یہ تکبر کو توڑتا ہے، کیونکہ اپنے قصور کا اعتراف ہی عاجزی کی بنیاد ہے؛ اور یہ رزق و حالات کی بہتری کی بھی قرآنی بشارتوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس لیے استغفار کو صوفیاء نے دل کی صفائی کا سب سے آسان اور سب سے مؤثر روزانہ وظیفہ قرار دیا ہے۔

ضبطِ نفس کا کردار

ضبطِ نفس سے مراد خواہشات، غصے، زبان اور نگاہ کو شریعت کی حدود میں رکھنا ہے۔ محاسبہ بیماری بتاتا ہے، توبہ و استغفار ماضی صاف کرتے ہیں، مگر روزانہ کے لمحوں میں گناہ سے بچاؤ ضبطِ نفس ہی سے ممکن ہے۔ ضبطِ نفس ایک عضلاتی قوت کی طرح ہے جو مشق سے بڑھتی ہے: روزہ اس کی سب سے بڑی تربیت ہے، نماز وقت پر قابو سکھاتی ہے، خاموشی زبان کا ضبط دیتی ہے اور نگاہ نیچی رکھنا دل کا ضبط بناتا ہے۔ ضبطِ نفس کے بغیر تزکیے کے باقی اقدامات ادھورے رہ جاتے ہیں، کیونکہ دن میں سو بار استغفار بھی فائدہ نہیں دے گا اگر اسی دن خواہش کے سامنے ہر بار ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی اہم ہے کہ ضبطِ نفس کا مطلب خواہشات کو مارنا نہیں بلکہ انہیں حلال راستے اور مناسب وقت کی طرف موڑنا ہے، یہی اعتدال اسلامی تزکیے کو رہبانی جبر سے ممتاز کرتا ہے۔

Figure 1: Practical Steps of Tazkiya-e-Nafs (Purification of the Self)

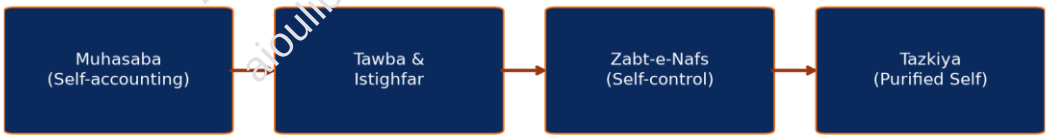

شکل 1: تزکیۂ نفس کے عملی مراحل — محاسبہ، توبہ و استغفار اور ضبطِ نفس مل کر نفس کو پاکیزگی کی طرف لے جاتے ہیں۔

جدول 1: چار ذرائع کا تقابلی کردار

تزکیے میں مقام	بنیادی کام	ذریعہ
تشخیص اور منصوبہ بندی	اعمال کی شناخت اور خود جائزہ	محاسبۂ نفس

دروازہ اور نئی شروعات	ماضی کے گناہوں سے رجوع	توبہ
تسلسل اور تعلق کی تجدید	روزانہ معافی اور دلی صفائی	استغفار
حفاظت اور استقامت	خواہشات کو حدود میں رکھنا	ضبطِ نفس

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تزکیۂ نفس باقاعدہ عبادات، نیک صحبت، علم، حلال روزی اور خدمتِ خلق جیسے مومی اقدامات کے ساتھ چار خاص ذرائع سے مکمل ہوتا ہے: محاسبۂ نفس بیماری کی تشخیص اور پیش رفت کا جائزہ دیتا ہے، توبہ ماضی کا بوجھ اتار کر نئی شروعات کرتی ہے، استغفار روزانہ کی صفائی اور اللہ سے تعلق کی تجدید کرتا ہے، اور ضبطِ نفس ہر لمحے خواہشات کو حدود میں رکھ کر حاصل شدہ پاکیزگی کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ چاروں مل کر ایک مکمل نظام بنتے ہیں جس پر عمل کرنے سے نفس آہستہ آہستہ امارہ کی سرکشی سے نکل کر اطمینان کی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔

سوال نمبر 4: اخلاق کی تعریف اور انسانی زندگی میں ان کی اہمیت — قرآن و حدیث کی روشنی میں (20 نمبر)

سوال نمبر 4: اخلاق کیا ہیں اور انسان کی زندگی میں ان کی کیا اہمیت ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

اخلاق انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کر کے انسان بناتا ہے۔ علم انسان کو معلومات دیتا ہے، دولت اسے وسائل دیتی ہے، طاقت اسے اثر و رسوخ دیتی ہے، مگر یہ فیصلہ اخلاق کرتا ہے کہ ان سب کا استعمال خیر کے لیے ہو گا یا شر کے لیے۔ اسلام میں اخلاق کو ایمان کا جز اور دین کا حسن قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد اخلاقی خوبیوں کی تکمیل بیان کیا گیا ہے۔ اس جواب میں پہلے اخلاق کے معنی اور تعریف کو واضح کیا جائے گا، پھر قرآن مجید کی روشنی میں

اخلاق کی اہمیت بیان کی جائے گی، اس کے بعد حدیث و سیرت کی روشنی میں اس موضوع کو مکمل کیا جائے گا اور آخر میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں اخلاق کی عملی اہمیت کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

اخلاق کیا ہیں؟

لفظ اخلاق خلق سے بنا ہے جس کے معنی عادت، طبیعت اور باطنی صورت کے ہیں۔ جس طرح خلقت انسان کی ظاہری صورت ہے اسی طرح اخلاق اس کی باطنی صورت ہے، اور باطن سنور جائے تو ظاہر کے اعمال بھی سنور جاتے ہیں۔ امام غزالی نے اخلاق کی سب سے مشہور تعریف یہ کی ہے کہ اخلاق نفس کی وہ پختہ کیفیت ہے جس سے اعمال بغیر سوچے سمجھے آسانی کے ساتھ صادر ہوں؛ اگر اس کیفیت سے اچھے اعمال نکلیں تو وہ حسنِ اخلاق ہے اور برے اعمال نکلیں تو بداخلاقی ہے۔ اس تعریف سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں: ایک یہ کہ اخلاق عارضی عمل کا نام نہیں بلکہ پختہ مزاج کا نام ہے، کوئی شخص ایک بار سچ بول لے تو وہ فوراً صادق نہیں کہلاتا جب تک سچ اس کی عادت نہ بن جائے۔ دوسری یہ کہ اخلاق کی اصلاح کا مطلب مزاج کی تبدیلی ہے، اس لیے اس میں وقت، مشق اور عبادت و صحبت کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔ اخلاق کی دو بڑی قسمیں ہیں: اخلاقِ حمیدہ یعنی پسندیدہ صفات جیسے صدق، امانت، عدل، رحم، صبر، شکر، حیا اور سخاوت، اور اخلاقِ رذیلہ یعنی ناپسندیدہ صفات جن کا بیان اگلے مباحث اور اسی مشق کے دوسرے سوالات میں آتا ہے۔

قرآن کی روشنی میں اخلاق کی اہمیت

قرآن مجید نے اخلاق کو دین کے مرکزی مقام پر رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کی گواہی ہے کہ آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں، اور یہ گواہی بتاتی ہے کہ نبوت کی تکمیل اخلاق کی بلندی کے بغیر نہیں ہوتی۔ سورۃ الحجرات میں مؤمنوں کو غیبت، بدگمانی، تجسس اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے روک کر سماجی اخلاق کا مکمل ضابطہ دیا گیا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ لقمان میں والدین سے حسنِ سلوک، رشتہ داروں اور مسکینوں کے حقوق، میانہ روی، غرور سے پرہیز اور نرم گفتاری کی تعلیمات یکجا ملتی ہیں۔ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ ایمان اور نیک عمل کے ساتھ اخلاق ہی وہ چیز ہے جو انسان کو آخرت کی کامیابی دلاتی ہے، اور میزان میں حسنِ اخلاق جیسی

بھاری چیز کم ہی ہو گی، یہ مفہوم احادیث میں مزید واضح ہوا ہے۔ قرآنی اسلوب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اخلاق کو محض فلسفیانہ بحث نہیں بناتا بلکہ ہر اصول کو واقعات، مثالوں اور جزا و سزا کے نظام سے جوڑ کر دل نشین کرتا ہے۔

حدیث و سیرت کی روشنی میں اخلاق کی اہمیت

احادیث میں اخلاق کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ایک مشہور مفہوم کے مطابق مؤمنوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو، اور قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے قریب وہ ہو گا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ آپ کو اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ شریعت کے تمام احکام کا ایک بڑا مقصد انسان کے اخلاق کو کامل کرنا ہے۔ سیرتِ نبوی اس تعلیم کی عملی تصویر ہے: آپ کی صداقت و امانت کا اعتراف دشمنوں نے بھی کیا، آپ نے طاقت ہوتے ہوئے بھی انتقام کے بجائے عفو کو ترجیح دی، کمزوروں، یتیموں اور غلاموں کے ساتھ آپ کا سلوک اُس دور کے معاشرتی معیار سے کہیں بلند تھا۔ صحابہ کرام کی زندگیاں اسی تربیت کا نتیجہ تھیں کہ عرب کے وہ قبائل جو معمولی باتوں پر نسلیں لڑا دیتے تھے، اخلاقی قیادت کے ذریعے عدل و احسان کے علم بردار بن گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اخلاق تبلیغ کا بھی سب سے مؤثر ذریعہ رہا ہے۔

انسانی زندگی میں اخلاق کی عملی اہمیت

فردی زندگی میں اخلاق انسان کو ذہنی سکون دیتے ہیں؛ سچا اور امانت دار انسان اعتماد کی دولت پاتا ہے، صابر انسان مشکلات میں نہیں ٹوٹتا اور شاکر انسان محرومی میں بھی مطمئن رہتا ہے۔ خاندانی زندگی میں اخلاق گھر کو جنت یا زحمت بناتے ہیں؛ نرم گفتاری، عفو اور خدمت کے بغیر رشتے صرف کاغذی رہ جاتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں اخلاق ہی قانون کی اصل طاقت ہیں، کیونکہ ہر زیادتی کو پولیس روک سکتی ہے نہ عدالت، مگر اخلاقی ضمیر بڑے جرائم کو پیدا ہونے سے پہلے روک دیتا ہے۔ معاشی زندگی میں امانت اور دیانت تجارت کو عبادت بنا دیتی ہے اور دھوکا دہی پورے بازار کا اعتماد ختم کر دیتی ہے۔ سیاسی اور اجتماعی زندگی میں عدل و مشاورت جیسے اخلاقی اصول قوموں کو قائم رکھتے ہیں اور اس

کے برعکس بد اخلاقی بڑی بڑی سلطنتوں کے زوال کا سبب بنتی رہی ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ اخلاق زندگی کی کوئی ایک شاخ نہیں بلکہ وہ جڑ ہے جس سے تمام شاخوں کو زندگی ملتی ہے۔

جدول 1: زندگی کے شعبوں میں اخلاق کی اہمیت

شعبہ	نمایاں اخلاقی صفات	عملی فائدہ
فردی زندگی	رزق، صبر، شکر، حیا	ذہنی سکون اور خود اعتمادی
خاندان	رحم، عفو، خدمت، نرمی	محبت اور استحکام
معاشرہ	عدل، امانت، حسنِ ظن	امن اور باہمی اعتماد
معیشت	دیانت، ایفائے عہد	کاروبار میں برکت و اعتماد
آخرت	حسنِ اخلاق بحیثیت ثواب	میزان میں وزن اور قربِ نبوی

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاق نفس کی وہ پختہ کیفیت ہے جس سے انسان کے اعمال صادر ہوتے ہیں اور یہی کیفیت اس کی باطنی صورت کو حسین یا بدصورت بناتی ہے۔ قرآن نے اخلاق کو نبی کی عظمت، مؤمن کی پہچان اور سماجی زندگی کا ضابطہ قرار دیا، حدیث و سیرت نے اسے کامل ایمان، میزان کے وزن اور بعثت کے مقصد سے جوڑ کر اس کی اہمیت واضح کر دی۔ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں فرد کا سکون، خاندان کا استحکام، معاشرے کا امن اور معیشت کا اعتماد اخلاق ہی سے وابستہ ہے، اس لیے اخلاق کی اصلاح درحقیقت پوری زندگی کی اصلاح ہے اور یہی اس کورس میں عبادات کے مطالعے کا اصل حاصل بھی ہے۔

سوال نمبر 5: اخلاقِ رذیلہ اور ان کے انسان کے نفس پر اثرات — مثالوں کے ساتھ (20 نمبر)

سوال نمبر 5: اخلاق رذیلہ کیا ہیں اور یہ انسان کے نفس پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں؟ مثالیں دیں۔ (20)

تعارف

انسانی نفس ایک باغ کی طرح ہے جس میں اخلاقِ حمیدہ کے پھول بھی کھل سکتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ کی جھاڑیاں بھی پھیل سکتی ہیں؛ جو چیز پرورش پائے گی وہی غالب آئے گی۔ اخلاقِ رذیلہ وہ ناپسندیدہ اور پختہ صفات ہیں جو انسان کے کردار کو بگاڑتی، اس کے اللہ اور بندوں سے تعلق کو خراب کرتی اور آخرکار اس کی دنیا و آخرت دونوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ شریعت نے ان صفات کو صرف گناہوں کی فہرست کے طور پر نہیں بلکہ نفس کی بیماریوں کے طور پر بیان کیا ہے جن کی تشخیص اور علاج دونوں ضروری ہیں، اسی لیے امام غزالی وغیرہ نے احیاء العلوم جیسی کتابوں میں ان بیماریوں اور ان کے علاج پر تفصیلی ابواب قائم کیے۔ اس جواب میں پہلے اخلاقِ رذیلہ کی تعریف اور اہم اقسام بیان کی جائیں گی، پھر وضاحت کی جائے گی کہ یہ صفات انسان کے نفس پر کس کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں اور آخر میں روزمرہ زندگی کی مثالوں سے ان اثرات کو واضح کیا جائے گا۔ اس بحث کا مقصد علمی و تربیتی ہے؛ کسی خاص شخص کو ان صفات کا مرتکب قرار دینا یا اس پر فتویٰ لگانا ہمارا موضوع نہیں، ہر انسان کو اپنا جائزہ خود لینا چاہیے۔

اخلاقِ رذیلہ کیا ہیں؟ اہم اقسام

اخلاقِ رذیلہ سے مراد وہ بری عادتیں اور ناپسندیدہ مزاجی کیفیات ہیں جو پختہ ہو کر انسان سے بار بار برے اعمال کرواتی ہیں۔ ان کی اہم اقسام یہ ہیں: تکبر اور غرور، یعنی اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، جسے حدیث میں حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر جاننا قرار دیا گیا ہے۔ ریاکاری اور دکھاوا، یعنی نیکی لوگوں کے لیے کرنا۔ حسد، یعنی دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا۔ بغض و کینہ، یعنی دل میں نفرت پالنا۔ جھوٹ اور وعدہ خلافی۔ غیبت اور چغلی۔ بخل اور حرص۔ غصہ اور انتقام کی بے قابو خواہش۔ بدگمانی اور تجسس۔ اسراف اور فضول خرچی۔ بے حیائی اور بدگفتاری۔ یہ سب صفات آپس میں جڑی ہوتی ہیں؛ عام طور پر ان کا سرچشمہ تکبر، حسد اور حبِ دنیا کو امراضِ قلب کی جڑ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہی تین چیزیں زیادہ تر برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔

اخلاقِ رذیلہ کے نفس پر اثرات

اخلاقِ رذیلہ کا پہلا اثر دل کی سختی اور تاریکی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق گناہ اور بد اخلاقی دل پر سیاہ نکتے بناتے ہیں اور ان کی کثرت دل کو زنگ آلود اور سخت کر دیتی ہے، یہاں تک کہ انسان حق کی نصیحت سے بھی اثر نہیں لیتا۔ دوسرا اثر ضمیر کی موت ہے؛ پہلی بد اخلاقی پر نفس ملامت کرتا ہے، مگر تکرار سے ملامت ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنی برائی کی تاویلیں گھڑنے لگتا ہے۔ تیسرا اثر عبادات کی لذت کا ختم ہو جانا ہے۔ ریا کار کی نماز بے روح ہوتی ہے، جھوٹے کے روزے کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور متکبر کا دل سجدے میں بھی جھکنے کو تیار نہیں ہوتا۔ چوتھا اثر خواہشات کی غلامی ہے؛ حرص و ہوس رکھنے والا شخص ہر دن نئی طلب میں پھنستا ہے اور اسے کسی حد پر قرار نہیں آتا۔ پانچواں اثر ذہنی بے سکونی ہے؛ حاسد دوسروں کی نعمتوں پر جلتا رہتا ہے، کینہ رکھنے والا خود اذیت میں جیتا ہے اور بدگمان انسان کسی پر بھروسا کر کے پر سکون نہیں رہ سکتا۔ یوں اخلاقِ رذیلہ نفس کو آہستہ آہستہ اس کی فطرتِ سلیمہ سے دور لے جاتے ہیں۔

ان اثرات کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ نفس کی اقسام میں انسان کو نیچے کی طرف دھکیلتے ہیں۔ عبادت و تزکیے سے نفس امارہ سے لوامہ اور مطمئنہ کی طرف اٹھتا ہے، جب کہ رذائل اسے الٹی سمت لے جاتے ہیں؛ نفسِ لوامہ کا ملامت کرنا ختم جائے تو انسان نفسِ امارہ کی مکمل غلامی میں چلا جاتا ہے۔ اس مرحلے پر برائی اس کے لیے بوجھ نہیں لذت بن جاتی ہے اور اصلاح مشکل تر ہوتی جاتی ہے، مگر اسلامی تعلیم یہ ہے کہ توبہ کا دروازہ پھر بھی کھلا رہتا ہے اور محاسبے و صحبتِ صالحین سے واپسی ممکن رہتی ہے۔ اس امید کا باقی رہنا ہی تزکیے کے نظام کی رحمت ہے۔

مثالوں سے وضاحت

مثالوں سے یہ اثرات زیادہ واضح ہوتے ہیں۔ پہلی مثال حسد کی ہے: دو ساتھی ملازمین میں سے ایک کی ترقی ہو جائے تو حاسد کو اپنی کوشش بڑھانے کے بجائے اس کی بدنامی اور نقصان کی فکر لگ جاتی ہے؛ نتیجہ یہ کہ اس کا ذہن کام سے ہٹ جاتا ہے، عبادت میں دل نہیں لگتا اور وہ غیبت و بہتان جیسے مزید رذائل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک صفت کے نفس پر ہونے والے اثر کی زنجیر ہے۔ دوسری مثال جھوٹ کی ہے: طالب علم نقل سے کامیاب ہو جائے تو پہلی بار اسے شرمندگی ہوتی ہے، مگر یہی عمل دہرایا جائے تو امتحان ہو یا

کاروبار، ہر جگہ جھوٹ اس کا آسان راستہ بن جاتا ہے، لوگ اس پر اعتماد کھو دیتے ہیں اور خود اس کا ضمیر آہستہ آہستہ مردہ ہو جاتا ہے۔ تیسری مثال تکبر کی ہے: صاحبِ حیثیت شخص غریب رشتہ دار کو حقیر سمجھنا شروع کرے تو اس کی نماز و روزے کے باوجود اس کے گھر والے اور ملازم اس کے اخلاق سے متنفر ہو جاتے ہیں، رشتے ٹوٹتے ہیں اور وہ تنہائی کے ساتھ ساتھ اللہ کی ناپسندیدگی کا بھی مستحق بنتا ہے۔

چوتھی مثال غصے اور بخل کی ہے۔ غصے میں بے قابو شخص ایک لمحے میں وہ کچھ کر گزرتا ہے جس پر زندگی بھر پچھتاتا ہے؛ طلاق، قتل، رشتوں کا قطع اور نوکری کا نقصان اکثر اسی ایک صفت کی پیداوار ہوتے ہیں، اور نفس پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر چھوٹی بات پر بگڑنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ بخیل شخص مال ہوتے ہوئے بھی محرومی کی زندگی گزارتا ہے؛ وہ اپنے نفس کو ہر جائز سہولت سے روکتا ہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور مرنے کے بعد وہی مال دوسروں کے کام آتا ہے جسے اس نے اپنے اوپر بھی خرچ نہ کیا۔ یہ دونوں مثالیں بتاتی ہیں کہ اخلاقِ رذیلہ سب سے پہلے خود اسی انسان کے نفس اور زندگی کو سزا دیتے ہیں، پھر یہ اندر وہ پروان چڑھتے ہیں، دوسروں کا نقصان بعد میں ہوتا ہے۔

جدول 1: چند اخلاقِ رذیلہ اور ان کے اثرات

رذیلہ	نفس پر اثر	زندگی میں ظاہری نتیجہ
تکبر	حق قبول کرنے سے انکار، خود پسندی	رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ اور تنہائی
حسد	دائمی بے سکونی اور نفرت	غیبت، بہتان اور ناکامی
جھوٹ	ضمیر کی کمزوری اور عادتِ فریب	اعتماد کا خاتمہ
بخل و حرص	خواہش کی غلامی اور قناعت کا فقدان	محرومی اور حقوق کی پامالی
غصہ	ضبط کا خاتمہ اور ندامت کا تسلسل	جھگڑے، نقصان اور پچھتاوا

دکھاوے کی زندگی اور بے سکونی	عبادت کی روح کا خاتمہ	ریاکاری

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ وہ پختہ ناپسندیدہ صفات ہیں جن میں کبر، حسد، جھوٹ، بخل، غصہ، ریاکاری اور غیبت وغیرہ شامل ہیں اور یہ انسان کے نفس پر گہرے اثرات ڈالتی ہیں: دل کو سخت اور تاریک کرتی ہیں، ضمیر کی ملامت ختم کرتی ہیں، عبادات کی لذت چھین لیتی ہیں، خواہشات کا غلام بناتی ہیں اور ذہنی سکون تباہ کر دیتی ہیں۔ مثالوں سے واضح ہوا کہ ان کا پہلا شکار خود صاحبِ صفت ہوتا ہے، اس کے بعد اس کے رشتے اور معاشرہ متاثر ہوتے ہیں۔ علاج کا راستہ بھی وہی ہے جو اس مشق میں بیان ہوا: محاسبہ، توبہ و استغفار، ضبطِ نفس، نیک صحبت اور عبادات کی پابندی، جن سے رذائل کی جگہ آہستہ آہستہ اخلاقِ حمیدہ لے لیتے ہیں۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com